حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

امام الشہداء والمظلومین حضرت عُثمان ابن عفّان رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پانچویں پشت میں عبد مناف پر حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتے ہیں، اور اسلام لانے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں، آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد تھے۔ بحکم خداوند تعالیٰ حضور علیہ السلام نے پہلے اپنی بڑی صاحبزادی سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا، اور ان کی وفات کے بعد ان کی چھوٹی بہن صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے کیا اس وجہ سے آپ کو "ذو النورین" (دو نوروالے) کہتے ہیں ان کی دوسری بیوی حضرت صاحبزادی اُمّ کلثوم کی وفات کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اور چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں وہ یکے بعد دیگرے عثمان کو ہی دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہم زُلف تھے۔ اس وجہ سے بھی دونوں میں بہت محبت تھی۔ جب مصری اور کوفی خارجیوں نے ابن سبا یہودی کی قیادت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان بدبختوں کے ساتھ مناظرہ کیا، اور ان سے پوچھا کہ تمہیں حضرت عثمانؓ سے کیا شکایت ہے۔ انہوں نے بہت سے الزامات حضرت عثمان پر لگائے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت عثمان نوعمر لڑکوں کو عہدوں پر لگاتے ہیں۔ اور بنو امیہ کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان دو

---

۱ صواعق عن طبرانی ص۹۷، ۲ ابن کثیر ج۷ ص۱۷۱، ۳ اس الزام کے تحت اتنی توضیح ضروری ہے کہ ہر حکمران اور ہر حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہم عہدوں پر اپنے اعتماد اور بھروسے اور قابلیت اور لیاقت کے آدمی لگائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں قثم بن عباس کو مکہ کا عامل، عبیداللہ بن عباس کو یمن کا عامل، عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا عامل، اور تمام بن عباس کو مدینہ کا عامل مقرر کیا ..... اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اشارہ سے زیاد بن ابوسفیان کو فارس کا عامل مقرر فرمایا۔ (ابن کثیر ج۷ ص۳۱۷)

اعتراضوں کے جواب میں فرمایا کہ نوعمر لڑکوں کو عہدے حضرت عثمان اس وقت تک نہیں دیتے جب تک ان کی صلاحیت اور لیاقت پر ان کو اطمینان نہ ہو جائے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اُسید کو بعمر بیس سال مکہ مکرمہ کا امیر بنایا تھا۔ ایسے ہی حضرت اُسامہ بن زید کو نوعمری میں ہی حضور علیہ السلام نے غزوۂ موتہ کے بعد شام کی جنگ کے لئے سپہ سالار مقرر فرمایا تھا، اور ان کی نوعمری کی وجہ سے بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا۔ پھر آنحضرت ؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ نے دوبارہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ہی امیرِ لشکر مقرر فرمایا۔ اس وقت بھی بعض انصار نے اعتراض کیا اور حضرت عمرؓ کو درمیان ڈالا۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے یہ بات کہی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے غصہ سے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑلی اور فرمایا "کہ اے ابنِ خطاب! تیری ماں تجھے نہ پائے۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امیر کو ہٹانے کی جرأت کر سکتا ہوں؟[۱] اور باقی رہا اُمویوں کو ترجیح دینا تو حضور علیہ السلام بھی بعض حالات میں قریش کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتے تھے[۲]! اور خدا کی قسم اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ ہوں تو میں سب کے سب بنی اُمیہؓ کو جنت میں داخل کر دوں[۳]" آپ بہت مالدار تھے اور آپ کے مال سے اسلام کی بہت امداد ہوئی۔ مسجد نبوی بہت تنگ تھی، آپ نے ملحقہ زمین

۱؎ ابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۵

۲؎ قریش کو ہی نہیں بلکہ خاص امویوں کو ان کی لیاقت اور قابلیت کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نوازتے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ میں سیدنا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو "دارالامان" قرار دیا تھا۔ اور حضرت عثمان کے چچا عثمان بن ابو العاص کو طائف اور اس کے مضافات کا، عتاب بن اُسید کو مکہ کا، خالد بن سعید کو یمن کا، عثمان بن سعید کو خیبر کا، اور ابان بن سعید کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے یزید بن ابوسفیان کو شامی فوج کا سردار مقرر فرمایا۔ اور ان کے بھائی امیر معاویہؓ کو ایک حصہ فوج کا افسر بنا کر شام بھیجا، پھر عمر فاروقؓ نے یزید بن ابوسفیان کو شام کا والی بنایا اور پھر ان کی وفات پر حضرت معاویہؓ کو ان کی جگہ شام کا والی بنایا، پھر حضرت معاویہؓ لمبا عرصہ شام کے والی رہے۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں زیاد بن ابو سفیان کو فارس وعراق کا والی بنایا اور وہ حضرت علیؓ کی پوری مدت خلافت میں فارس اور عراق کے والی رہے۔ ۳؎ ابن کثیر ج ۷، ص ۲۰۲،

خرید کر مسجد مبارک وسیع کر دی، مدینہ منورہ میں پانی کی تنگی تھی، آپ نے بیرِ رومہ (رومہ کا کنواں) خرید کر وقف کیا۔ جیش عسرۃ کی تیاری کے موقع پر آپ نے تین سو اونٹ پورے ساز و سامان سمیت پیش کئے اور ایک ہزار دینار نقد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دیے تو حضور علیہ السلام نے بے ساختہ خوش ہو کر فرمایا: "کہ آج کے بعد عثمان جو کچھ کرتا رہے اسے ضرر نہ پہنچے گا"۔[1] اسی وجہ سے "عثمان غنی" بھی کہلاتے تھے، آپ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے بحری بیڑا قائم کیا اور سمندری جنگ کے لئے میدان تیار کیا۔ آپ کے عہدِ حکومت میں اُندلس، شمالی افریقہ اور بربر کے علاقے فتح ہوئے۔

خارجیوں کی حقیقت

حضرت عثمان کی شہادت میں یہودی ابن سبا کے رافضی سبائی فرقہ اور خوارج کا بہت دخل تھا اس لئے مختصراً ابن سبا یہودی اور خوارج کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں:

جب ۸ھ میں "جعرانہ" کے مقام پر غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمایا تو بعض مصالح ضروریہ کی بنا پر بعض نو مسلم مجاہدین کو آپ نے کچھ زیادہ عنایت فرمایا، ایک شخص "حرقوص بن ذوالخویصرہ تمیمی" نے اعتراض کیا کہ:

ما عدل فیھا ولا اراد فیھا وجہ اللہ۔ (ابن کثیر ج ۷ ص ۳۶۲)	اس تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) خویش پروری اور اقربا نوازی کی ہے انصاف نہیں کیا، اور خدا کا خیال نہیں رکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اسے فرمایا "خدا تجھے خوار کرے اگر میں انصاف نہ کروں تو پھر اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی "اگر اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اس کو کچھ نہ کہو! لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں"۔ پھر فرمایا "کہ اس کے اور بہت ساتھی ہوں گے، دین کی نمائش بہت کریں گے مگر یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے، ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ قرآن بہت پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا" یعنی زبان پر قرآن ہوگا باطن میں اس کی تاثیر نہ ہوگی۔

---

[1] ابن کثیر ج ۷، ص ۲

یہ تھی خارجیوں کی ابتداء ، یہاں سے ان کا سلسلہ چلا اور جنگِ جمل و صفین اور نہروان کا باعث یہی لوگ بنے۔

خارجیوں کی یہ بڑی مشہور نشانیاں تھی کہ ایک تو اپنے فرقہ کے سوا سب کو کافر مشرک سمجھتے تھے ، ہر ہر بات پر آیات پڑھ دیتے تھے اور زبان دراز ایسے تھے کہ ہر بڑی سے بڑی ہستی پر فوراً اعتراض کرنا اور گستاخی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے ، تمام صحابہ کرامؓ کو غلط کار اور کافر سمجھتے تھے۔

غارت گرِ اُمّت مُفتّنِ اعظم دشمنِ قرآن و صحابہ

یہودی ابنِ سبا اور اُس کی ناپاک رافضی سازش

فتوحاتِ عرب اور شام و مصر میں جہاں عیسائیوں کا نقصان ہوا وہاں یہودی بھی تباہ و برباد ہو گئے اور پورے جزیرۃ العرب سے نکال دیے گئے ، اسلام کی ناقابلِ تسخیر طاقت کے ساتھ علانیہ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا یہود و نصاریٰ کے لئے قطعاً ناممکن ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک زیرِ زمین جال پھیلایا اور یہودی ابن سبا کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔

ابن سبا ، رُومی الاصل یہودی تھا۔ امام مظلوم و شہید سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب خوارج کا زور ہوا تو یہ زندیق و منافق بھی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مصر آگیا اور اپنی خباثت کے پَر پُرزے نکالنے لگا۔ شام ، عراق اور مصر کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ صحابہ کرام کی طرح ان کو حضور علیہ السلام کی صحبتِ مُبارکہ مُیسّر نہ آئی تھی اس لئے لازماً نورِ تقویٰ اور کمالِ بے نفسی کی ان میں کمی تھی ، دینی مضبوطی اور عقائد کی پختگی جیسی صحابہ کرام کی تھی نہ ان کو حاصل تھی اور نہ حاصل ہو سکتی تھی - اس لئے رافضیوں کے روحانی باپ اور یہودی گورو گھنٹال ابن سبا کو اپنی خباثت ان نومسلم لوگوں میں پھیلانے کی گنجائش مل گئی ، اسلام کے خلاف جو کام اربوں کھربوں کے خزانوں اور لاکھوں کروڑوں کی فوجوں سے نہ ہو سکتا تھا وہ اس بانیٔ رفض و سبائیت ایک یہودی دجال نے کر دکھلایا ، اور اپنی بدمعاشی اور فتنہ پردازی سے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کو سُنّی اور رافضی سبائی دو متوازی اُمتوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا۔

یہی یہودی پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہا، ان کے "وصیِ رسول" ہونے کا شوشہ چھوڑا۔ "محبت اہلِ بیت" کا خوشنما نعرہ لگایا، اور خلافت "حقِ علیؓ ہونے کا اعلان کیا، اور خلفائے راشدین خصوصًا حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ کو ظالم و غاصب قرار دیا (العیاذ باللہ!)

یہودی ابنِ سبا کی گمراہ کن چال

یہودی ابنِ سبا لوگوں کو یوں گمراہ کرتا تھا کہ مصر، شام اور عراق کے خالی الذہن اور خام معلومات کے جوشیلے نومسلم نوجوانوں کے جمگھٹوں میں پہنچ جاتا اور نہایت معصومانہ، مخلصانہ، و مشفقانہ طرزِ بیان سے پوچھتا "کیوں جی حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کے سگے چچا زاد بھائی ہیں نا"؟ لوگ کہتے ہاں"! پھر یہ کہتا "اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر کا ٹکڑا ہیں؟ اور ان کی ناراضگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی ہے"؟ لوگ کہتے "ہاں"۔! پھر یہ کہتا "کیوں جی حضرت عثمان جنگ اُحد کے موقع پر بھاگ گئے تھے؟ اور بیعتِ رضوان کے موقع پر بھی موجود نہ تھے اور جنگ بدر سے بھی غیر حاضر تھے"؟ لوگ کہتے "ہاں"۔! پھر یہ کہتا کیوں جی حضرت عثمان نے خویش پروری کرتے ہوئے اپنے قریبی رشتہ دار حکومت کے عہدوں پر ناحق مقرر کر دیئے ہیں"؟ سادہ لوح کہتے "جی ہاں"۔! حالانکہ ان کی اکثریت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تھی۔ تو اب یہ منافق کہتا "پھر یہ کتنا ظلم ہے کہ خلافت کے اصلی حق دار حضرت علیؓ کو چھوڑ کر غلط کار حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا جائے۔ یہ اصلی اور جائز حق دار کی حق تلفی ہے جس کا ازالہ سب مسلمانوں پر فرض ہے"۔[1]

ایک تیر سے "تین شکار"

مسلمانوں کے گمراہ کرنے کے لئے ابن سبا، یہودی کو اس طرح کے اور بہت سے شیطانی گُر یاد تھے، مثلاً جو عقل کے اندھے زیادہ معتقد ہو جاتے تو ان کو کہتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مائی فاطمہؓ کا باغِ فدک غصب کر لیا، اور حضرت عمرؓ نے ان کا دروازہ جلا یا اور حضرت علیؓ کے گلے میں رسی

[1] ابن کثیر صـ ۱۶۷ ج ۷، صـ ۱۶۸

ڈال کر حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے لئے جبرًا گھسیٹ کر لائے اور (معاذ اللہ) حضرت مائی فاطمہ کے لات ماری جس سے حضرت محسن کا اسقاط ہوگیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

اس طرح وہ ملعون بیک وقت ایک تیر سے تین شکار کرتے ہوئے حضرت علیؓ بلکہ تمام بنو ہاشم کو بھی رسوا کرتا اور حضرات ثلاثہ کو بھی بدنام کرتا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنا اسلام دشمنی والا اصلی مقصد حاصل کرتا، اس طرح وہ بدبخت ہزاروں مسلمانوں کو بہکانے اور پھسلانے میں کامیاب ہوگیا۔

لَعَنَہُ اللّٰہ وَاَخْزَاہُ (اللہ اس پر پھٹکار بھیجے اور اسے ذلیل و رسوا کرے)

حضرت عثمانؓ کے خلاف سبائی محاذ

جب بصرہ، کوفہ اور مصر کے ان سازشیوں نے اندر اندر جڑیں کچھ مضبوط کرلیں تو اب انہوں نے میدان میں نکل کر کھُل کھیلنے کا فیصلہ کیا، پس یہودی ابن سبا اور ان لوگوں نے خط و کتابت کر کے تاریخ مقرر کی اور سب مجتمع ہو کر شوال ۳۵ھ میں حاجیوں کی شکل میں مدینہ منورہ آ پہنچے۔ آپس کی خط و کتابت میں انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور دوسرے مشہور اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی طرف سے دوسرے مقامات کے لوگوں کے نام فرضی خط لکھ لکھ کر ان حضرات کی جعلی مہریں بھی لگالیں کہ یہ حضرات حکم دیتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ خراب ہوگئے ہیں، بارِ خلافت اٹھانے کے اہل نہیں رہے۔ اس لئے ان کو معزول کیا جائے۔ پھر جو صحابہ کوفہ میں تھے ان کے ناموں کے جعلی خطوط مصر اور بصرہ کے لوگوں کے نام اور جو صحابہ مصر میں رہتے تھے ان کے ناموں کے جعلی خطوط کوفہ اور بصرہ کے لوگوں کے نام، اور جو صحابہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے ان کے ناموں کے خطوط مصر اور کوفہ، بصرہ کے لوگوں کے نام لکھے۔ چنانچہ یہ لوگ حاجیوں کی شکل میں[۱] اڑھائی ہزار کی تعداد میں مدینہ پہنچ گئے[۲]۔

مدینہ منورہ کے صحابہ کرام نے جب یہ حالات دیکھے تو سب حضرات نے ان سبائیوں سے نفرت

[۱] تفصیل کے لئے ابن کثیر جلد ہفتم کے صفحات ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۸۶، ۱۹۵ دیکھیں [۲] ابن کثیر ص ۱۷۱ ج ۷ [۳] ج ۷ ص ۲۲۸

اور لاتعلقی کا اظہار کیا۔ حضرت امیر المؤمنین علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو سختی سے روکا اور مجبور کرکے مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے واپس چلے گئے۔ مگر راستہ میں جاکر رک گئے۔ ادھر ذی القعدہ میں مدینہ منورہ کے عام لوگ جب حج پر تشریف لے گئے، اور مدینہ منورہ تقریباً مردوں سے خالی ہوگیا تو ان لوگوں نے موقع کو پھر غنیمت جان کر راستہ سے واپس ہوکر ذی الحجہ میں مدینہ منورہ پر دوبارہ حملہ کر دیا، اور بہانہ یہ بنایا کہ حضرت عثمان نے حاکم مصر کو یہ خط لکھا ہے کہ یہ جب یہ لوگ مصر پہنچیں تو ان کو قتل کر دو۔ حافظ ابن کثیر یہ واقعات تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

كتبوا من جهة علي و طلحة والزبير الى الخوارج كتباً مزورةً انكروها و هكذا زُوِّر هذا الكتاب على عثمان

(ابن کثیر ص۱۷۵ ج۷)

ان سبائیوں نے حضرت علی، طلحہ اور زبیر کی طرف سے خوارج کے نام جعلی خطوط لکھ لئے جن کا ان سب حضرات نے انکار کیا ایسے ہی حضرت عثمان کے نام سے جعلی خط لکھا گیا جس کا حضرت عثمان کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔

چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا، حضرت عثمان کے مکان کے صدر دروازے پر تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات حسن و حسین و عبداللہ بن زبیر وغیرہ نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا مضبوط پہرہ لگا دیا۔ بلکہ ایک جھڑپ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی بھی ہو گئے۔ اس بناء پر ان سبائیوں کو فکر ہوئی کہ کہیں بنو ہاشم مشتعل نہ ہوجائیں، دوسرے ان کو یہ فکر بھی تھی کہ چند دن بعد جب دوسرے صحابہ کرام حج سے واپس آ گئے تو پھر کچھ بس نہ چل سکے گا۔ نیز ان کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ شام اور بصرہ و کوفہ سے حضرت عثمان کی نصرت اور مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں تو ان کو خوف لاحق ہوا کہ اگر اسلامی فوجیں اور حجاج کرام مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ان کی خیر نہیں اس لئے انہوں نے جلد سے جلد تر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ زیادہ حصہ نے تو صدر دروازے پر حملہ کیا جن کی مدافعت میں حضرات حسنین اور دوسرے نوجوان صحابہ کرام مصروف ہوگئے۔ لیکن چند سبائی نہایت ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ مکان

کی پچھلی طرف سے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گھس کر حویلی کی دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے۔ حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے کہ ان کو بوقت عصر انتہائی ظلم سے شہید کر دیا۔ اِنّا للہ و انّا الیہ راجعونؑ۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حادثۂ فاجعہ کا علم ہوا تو آپ بے ساختہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضرات حسنینؓ کو بُرا بھلا کہا، حضرت حسنؓ کو تھپڑ بھی مارا، حضرت حسینؓ کو بھی دھکا دیا۔ مگر انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے ان کو دروازے سے نہیں گھسنے دیا۔ ان کے چند آدمی اچانک پچھلے ہمسائے کے مکان سے اندر گھس گئے اور ہم اس طرف کے باغیوں کو روکنے میں مصروف تھے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔[1]

عمر مبارک شہادت کے وقت بیاسی ۸۲ برس کی تھی، بروز جمعہ بعد عصر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

---

[1] ابن کثیر ص ۱۸۸ ج ۷

بقیہ از صہ ۳

کی بحالی کے مجوسیانہ خواب دیکھے جائیں تو ہمیں بھلا کیا فرق پڑے گا؟ یہ سب گذرے سال کی باتیں ہی تو ہیں اور ہماری تو آیندہ "اسلامی سال" کی اور بہت سی مصروفیتیں ہیں۔

ہم سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار،

وقتِ دُعا ہے: ابنِ امیرِ شریعت قائدِ تحریک ختم نبوت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ پر ۱۸ مئی ۹۲ء کو اچانک فالج کا حملہ ہوا ہے جسم کا دایاں حصہ اور زبان متأثر ہیں۔ چودہ روز ہسپتال کے علاج کے بعد الحمد للہ بیماری میں نمایاں کمی آئی ہے، حضرت شاہ جیؒ اب گھر منتقل ہو چکے ہیں اور ڈاکٹرز کے زیر ہدایت علاج اور مکمل آرام فرما رہے ہیں۔ احباب و اکابر سے آپ کی جلد صحت یابی کے لئے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔